ایران اور مشرق وسطیٰ میں اسلامی بیداری

زہرا ابوترابی اردستانی

ترجمہ: نذر امام

اسلامی بیداری نے دور حاضر میں اسلامی جمہوریہ کی فکری تحریک سے متاثر ہوکر ایک سماجی اور اداری تحریک کے عنوان سے خود کو ظاہر کیا ہے، سیاسی اور سلامتی کے تنازع کے تناظر میں اپنے اثر ورسوخ اور اپنی بقا کو ثابت کرنے کے علاوہ خود کو عالمی پیمانے پر مقدر ساز بلامنازعہ طاقت میں تبدیل کردیا ہے۔ اسلامی تحریکیں اور اسلامی معاشرے میں لوگوں کے درمیان سرگرم حالات سے متاثر ہوکر، جہاد، شہادت اور ایثار جیسے ایران کے انقلابی نعروں اور شعائر کو اپنی جدوجہد میں بنیادی اصول قرار دیا ہے، اسلامی انقلاب نے کئی دہائیوں کے بعد اپنے مظہر کے ذریعہ عملی اور حقیقی طور پر اسلام اور اسلامی معاشروں کو علیحدگی اور جمود وتعطل سے نکال کر علاقائی مسلمانوں کو ان کے حق وحقوق اور طاقت وتوانائی سے واقف کرایا، استکبار سامراجیت وصیہونیت کے نہ ٹوٹنے والے طلسم کو توڑ کر چکنار چور کردیا اور اب اس مسئلہ نے مسلمان قوموں کی ہمت وجرئت اور خود اعتمادی کو بحال کردیا ہے۔ آج پوری دنیا میں اسلامی بیداری کی موجیں بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہیں اور اسلامی قدریں حیات دوبارہ حاصل کررہی ہیں۔ اسلامی بیداری کی طاقتور موجوں نے سامراجی پالیسیوں کو شکست فاش دے دی ہے اور دشمنوں کی یہ کوشش ہے کہ اس خروشاں موج سے مختلف ہتھکنڈوں کا استعمال کرکے مقابلہ کریں جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

اسلام کے دائرے میں مشرق وسطیٰ کی ملتوں کے درمیان سیاسی اور انقلابی رجحانات اور مواقف نے زور پکڑلیا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں پیش آنے والے واقعات نے متعدد نتائج آشکار کیے ہیں ان میں سے ایک نتیجہ علاقہ میں امریکی حیثیت واقتدار میں کمزوری کا واقع ہونا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مشرق وسطیٰ کی قومیں جس قدر حقیقی اسلام کی طرف گرویدہ ہوتی جائیں گی اور اپنی سیاسی وسماجی زندگی میں اسلامی قدروں کو بروئے کار لائیں گی اسی قدر علاقہ میں مداخلت پسند حکومتوں کا اثر ورسوخ کم ہونے کے ساتھ ہی لوگوں کی خواہشات کو منحرف کرنے پر مبنی ان کی خواہش میں کمی واقع

ہوتی جائے گی۔

مشرق وسطیٰ میں استبداد کی جڑیں

مشرق وسطیٰ میں استبداد کی جڑوں میں اہم ترین عامل اور عنصر، مغربی ملکوں کی مداخلت اور مرتّب کردہ پلاننگ ہے کیونکہ مغرب کی حاکمیت اور تسلط کے لئے مشرق وسطیٰ کا علاقہ بہت ہی اہم اور شہرگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس علاقہ میں صنعتی دنیا کے لئے رگ حیات کی حیثیت رکھنے والے ایندھن کی موجودگی کا مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اہالیان مغرب بڑی آسانی کے ساتھ اس سے چشم پوشی اختیار کرلیں مغرب والوں کی حتی المقدور کوشش یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کے ملکوں کو اپنی زندگی کے دوام کے لئے تیل جیسے حیاتی وسیلے کی فروخت کے ذریعہ ان کی اقتصادیات کو وابستہ اور منحصر قرار دیں یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی استبدادی حاکمیت اور تسلط کے دوام نیز لوگوں کو غفلت میں مبتلا رکھنے کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں ہیں تاکہ زندگی کی ضرورت میں شامل تیل پر دسترسی میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

پچھلے ساٹھ برسوں اور خاص طور سے دوسری عالمی جنگ کے اختتام کے بعد سے مشرق وسطیٰ حکومت امریکہ کی مداخلتوں اور سازشوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔

سرد جنگ یعنی لفظی اور نفسیاتی جنگ کے دوران ہو یا اس کے بعد کے مرحلہ میں امریکیوں کا ہمیشہ یہ دعویٰ رہا ہے کہ مشرق وسطیٰ کی حفاظت اور سلامتی ان کی اہم ضرورت کا حصہ رہا ہے حالانکہ امریکہ سے مشرق وسطیٰ کا زمینی اور جغرافیائی فاصلہ ہزاروں کیلومیٹر کا ہے لیکن امریکی حکمت عملی تیار کرنیوالے ماہرین مشرق وسطیٰ اوراس کے ماحول کے بارے میں اس طرح بات کرتے ہیں گویا کہ یہ سرزمین امریکہ کا ایک صوبہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ مشرق وسطیٰ کے علاقے میں امریکہ خود کے لئے تسلط اور فوجی قبضے کا حق سمجھتا ہے اور امریکیوں نے اپنے اس ناجائز حق کے حصول کے لئے کسی بھی اقدام سے فروگذاشت نہیں کیا ہے۔

نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ ہورہا ہے کہ مختلف النوع دھمکیوں، فوجی بغاوتوں، فوجیوں کی ارسالی یہاں تک کہ ظالم و مطلق العنان حکومتوں کی بحالی کے ذریعہ براہ راست یا بالواسطہ طور پر امریکی کوششوں کو نافذ کیا جاتا رہاہے۔ اس درمیان یہ مسلمان تھے کہ جنہیں ان اقدامات کی تلافی کرتے ہوئے ان کا خمیازہ بھگتنا پڑتا رہاہے۔

اگر عرب اسرائیل جارحانہ جنگوں نیز ایران کے خلاف عراق کی مسلط کردہ جنگ اور خلیج فارس

کی پہلی اور دوسری جنگوں نیز افغانستان کی جنگوں میں جاں بحق ہونیوالے مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگائیں تو دہلانے والے بیشمار اعداد سامنے آئیں گے۔

اس کے علاوہ اگر ہم مشرق وسطیٰ کے علاقے میں القاعدہ اور طالبان جیسے زرخریدوں اور کٹھ پتلیوں کے ذریعہ ہونیوالے جانی و مالی نقصان نیز ان امریکی زرخریدوں کی منظّم سازشوں اور چالبازیوں کے سبب ہونیوالے نقصان کا حساب لگانے بیٹھیں کہ جسے مشرق وسطیٰ اور عالم اسلام میں وارد کیا گیا ہے تو ان کے اعداد وشمار بے حساب ہوں گے۔

علاقہ میں امریکہ کی براہ راست مداخلت کا نتیجہ زور زبردستی میں توسیع رہا ہے یہ پروگرام دو طرح سے انجام دیا گیا ایک طرف ایسی حکومتیں ہیں جو امریکی سیاست کو نافذ کرتی آئیں ہیں یا کم از کم یہ ہوتا آیا ہے کہ انہوں نے امریکہ کی تسلط پسندانہ پالیسیوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا اور دوسری طرف امریکہ ان حکومتوں کے ذریعہ حقوق انسانی کی پامالی اور زور زبردستی پر پردہ ڈالتا آیا ہے۔اصولوں کو مدنظر رکھا ہے پہلا اصول اقتصادی امور سے تعلق رکھتا ہے علاقۂ خلیج فارس کے کنارے میں واقع کسی چھوٹے ملک کی مثال کو سامنے رکھیں جو کہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے اور اس کی کل آبادی شاید ایران کے ایک شہر جتنی بھی نہ ہو، اس ملک کو امریکہ یہ تجویز پیش کرتا ہے کہ امریکہ وہاں اپنا پانچواں بحری اڈہ قائم کرنا چاہتا ہے اور اس کے بدلے میں اس ملک کو اسکا کرایہ ادا کیا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کچھ علاقائی ممالک امیر ہوں اور امریکی اقتصادیات کی مدد کی ضرورت نہ ہو ایسے ممالک کے لئے امریکہ سلامتی کا مسئلہ پیش کرتا ہے پھر دو خاص ہتھیاروں، شروع میں ایسے خطرات جن کا وجود ہی نہیں، انہیں بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔[۲]

عالم اسلام کو نئی بیداری کی موج کی ضرورت ہے

اسلام نے اپنے دوراوّل میں جب اپنی معنوی طاقت اور دلوں میں اثرورسوخ اور فوجی طاقت کے سبب روم اور ساسانیوں جیسی بڑی طاقتوں کو پسپاں کرنے کے بعد تیزی سے خود کو وسعت دی تو بہت ہی کم وقت میں اس وقت کی متمدن دنیا پر غلبہ حاصل کرلیا۔ علاوہ ازیں عالم اسلام میں فوجی اور اقتصادی طاقت کے مقابلہ میں اسلامی افکار نے بھی توسیع حاصل کی۔ یہ ایسا زمانہ تھا جب متمدن یورپ اپنے زوال کے دور میں تھا اور جب اسلامی تمدن نے اپنی ترقی اورعروج کو حاصل کیا اس وقت مغربی تمدن اس طرح نزول کرچکا تھا کہ جسے آج کے مغربی لوگ ''مغرب میں تاریکی کا دور''

نام دیتے ہیں کیونکہ اس وقت ان کے پاس اسلام کے مقابلہ میں پیش کچھ بھی نہ تھا جو دنیائے انسانیت کے لئے پیش کرسکیں۔

ان کی جانب سے پیش کی جانیوالی صلیبی جنگیں بھی عالم اسلام کے خلاف ایک معمولی حربہ تھا جس نے دو صدیوں کے دوران بھی فوجی مقاصد کے حصول میں چنداں کامیابی حاصل نہیں کی۔ہاں اتنا ضرور ہوا کہ انہوں نے تدریجی طور پر عالم اسلام کی فکری ترقی اور اس کے ادب اور اس کی ثقافت سے آشنائی حاصل کرکے اپنی بیداری کا امکان فراہم کیا۔ مغرب کے لئے نشاۃ ثانیہ کا دور، حقیقت میں تاریکی کے دور سے ہٹ کر ایسے زمانے میں داخل ہونا تھا کہ جسے ''روشنی کا دور'' کہا جاتا ہے۔ اس طرح مغرب والوں نے عالم اسلام سے متاثر ہوکر تدریجی طور پر حیرت انگیز ترقی حاصل کرلی کہ سترہ ، اٹھارہ اور انیسویں صدی کو عالم مغرب کا ترقی والا دور کہا جانے لگا اور بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس دور میں عالم اسلام دو عناصر وعوامل کی بنا پر محو خواب ہوگیا۔ پہلا عامل یہ تھا کہ علاقہ کے اس اہم جغرافیائی اور فکری حصہ میں مغرب نے اپنی سامراجیت اور استحصال کا سایہ پوری طرح پھیلا دیا اور دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے حکمرانوں نے اپنے ظلم وستم اور گمراہیوں کے ذریعے خالص اسلامی افکار سے دوری اختیار کررکھی تھی۔[۳]

مشرق وسطیٰ میں اسلامی بیداری کا عروج

اس میں کوئی شک نہیں کہ مشرق وسطیٰ کے علاقے میں روز بروز بڑھتے ہوئے اعتراض واحتجاج کی وجہ علاقہ کی افکار عامہ میں اسلامی بیداری رہی ہے۔ اگر چہ کچھ سادہ لوح سیاسی لوگ علاقائی عوام کے اسلامی جذبات کی تردید میں لگے ہیں لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ علاقائی عوام کے درمیان روز بروز بڑھتی ہوئی اسلامی بیداری اظہر من الشّمس ہے۔

عرصۂ دراز سے مشرق وسطیٰ کا علاقہ اپنی جیوپولیٹکل اور حساس لحاظ سے سامراجی تسلط میں رہا ہے۔ اس علاقہ کے عوام جو عظیم انسانی تمدن کے مالک رہے ہیں حالیہ صدیوں میں شدید سامراجی مظالم کا شکار بنے رہے اور اسی کے ساتھ صدیوں کے دوران مغرب والوں کی جانب سے حقارت کا شکار ہوتے رہے کہ جن کی ثقافت وتمدن کو کچھ ہی صدی گزرے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کی جیوپولیٹیکل پوزیشن نے اس علاقہ کو دنیا میں سیاسی ٹکراؤ کا اس طرح اصلی مرکز بنادیا ہے کہ آج دنیا کی بہت سی بڑی طاقتیں کسی نہ کسی طرح اپنا مستقبل مشرق وسطیٰ

علاقہ کے مستقبل سے جوڑ کر دیکھتی ہیں۔حال حاضر میں ریاستہائے متحدہ امریکہ علاقۂ مشرق وسطیٰ کے حالات پر اہم ترین غیر ملکی طاقت کے عنوان سے اثر انداز ہو رہا ہے اور اس کی یہ کوشش رہتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہوسکے اس علاقہ کی سوق الجیشی نبض کو اپنے قبضے میں رکھے اور اس کی یہ خواہش کبھی فوجی حملوں اور قتل عام کے ذریعے پوری کی جاتی ہے تو کبھی امریکی حکام لیبرل ڈیموکریٹشین سرگرمیوں میں اضافہ کرکے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں گذشتہ عشرے میں علاقۂ مشرق وسطیٰ میں امریکی فوجیوں کی موجودگی نیز اس ملک کی جانب سے انجام پانیوالی وسیع پیمانے کی سیاسی سرگرمیاں علاقہ میں وہائٹ ہاؤس کی طاقت کو مستحکم کرنے کی کوششوں کو ثابت کرنے کے علاوہ یہ بات بھی ثابت کرتی ہیں کہ امریکہ، مشرق وسطیٰ کے حالات اصل عالمی تبدیلیاں کا سرآغاز تصور کرتا ہے اس لئے وہ اس بات کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ اس علاقہ کی صورتحال کو مکمل طور پر اپنے تحت اختیار رکھے۔[۴]

اس سلسلے میں علاقہ میں امریکہ کو درپیش کچھ مشکلوں کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے جس میں سرفہرست اس علاقہ میں موجود ملکوں کے مسلمانوں کے درمیان روز بروز بڑھتے اسلامی رجحان اور ظالم حکمرانوں کی معزولی کے لئے لوگوں کی سرگرم موجودگی، نیز ان کے علاقے میں ان کی پسند کی اور ان کے عقیدے اور ثقافت پر مبنی حکومت کے قیام کی خواہش وغیرہ ہیں کہ جنھوں نے امریکیوں کی مشکلات میں اضافہ کردیا ہے،جس کی بابت انہیں خطرے کا بھی احساس ہونے لگا ہے۔ دوسرا موضوع جس پر گفتگو کی جاسکتی ہے تیل اور اس سے متعلق مسائل ہیں جس کی وجہ سے امریکیوں کو علاقہ کی سیاسی جغرافیائی صورتحال کو بدلنے پر مجبور ہونا پڑا تاکہ تیل سے متعلق ان کی ضروریات پوری ہوسکیں۔

گفتگو کا ایک اور مسئلہ غاصب صہیونی حکومت کا ہے کیونکہ علاقہ میں موجود لوگوں کی اس غاصب حکومت کے ساتھ شدید مخالفت نے اس ملک کی سلامتی کو سنجیدہ طور پر خطرے میں ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے ریاستہائے متحدہ امریکیوں کی سربراہی میں مغربی ملکوں کو نئی اُلجھن میں مبتلا کردیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مشرق وسطیٰ کے علاقے میں اسلام اور اسلام پسندی نے سیاسی اور سماجی مسائل میں سرنوشت ساز کردار ادا کیا ہے اور واضح ہے کہ ان عوامل اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مغربی طاقتوں کی سازش ہوگی کہ مسلمانوں کے آپسی اتحاد پر کاری وار کیا جائے۔

مصر اور تیونس میں مورچوں کی فتحیابی کے ساتھ ہی اسلام پسند لوگوں کو پہلے سے زیادہ اپنے اتحاد اور باہمی یکجہتی کو فروغ دینا ہوگا۔ مشرق وسطیٰ میں وقوع پذیر ہونیوالی تیزگام سیاسی اور سماجی

تبدیلیوں نے امریکہ کی سربراہی میں مغرب والوں اور واشنگٹن کے حلیفوں کی تشویش میں بہت زیادہ اضافہ کردیا ہے۔ اس وقت تیونس ، مصر الجزائر لیبیا، بحرین، یمن اور اردن وغیرہ جیسے ملکوں کے ستم زدہ عوام نے اپنی شجاعت و استقامت اور موت سے ٹکر لینے کے جذبے سے فاسد حکمرانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کردیا ہے۔ اور انہوں نے ہر طرح کا خطرہ مول لیکر اس طرح اقدام سے پیچھے نہ ہٹنے کے جذبے کی تائید کردی ہے، اسی درمیان لیبیا، مصر اور بحرین جیسے ملکوں میں تشدد کے دوام نے لوگوں کو ان کی راہ کے دوام سے روکنے میں کامیابی حاصل نہیں کی ہے اور اسلامی قومیں بیشتر محرک اور سنجیدگی کے ذریعے ملکی اور اس طرح کے دوسرے حالات کا سامنا کرتے ہوئے اپنے مطالبات کی مکمل برآری تک چین کی سانس نہیں لیں گی۔

اس سلسلہ میں اسلامی انقلاب کے رہبر کبیر نے اپنے بیان کے ایک حصہ میں فرمایا:

> ”ایران کے شریف لوگوں اور پوری دنیا کے حریت پسندوں اور مسلمانوں کو جان لینا چاہئے کہ اگر وہ چاہیں تو دائیں یا بائیں، بازو کسی بھی طاقت پر بھروسہ کیے بغیر نیز کسی بھی طاقت کا سہارا لئے بغیر اپنے پیروں پر کھڑے ہوسکتے ہیں۔ البتہ آزادی وخود مختاری کی بھاری قیمت بھی چکانی پڑےگی۔“

غصے میں بھرے ناراض لوگوں کے ذریعہ امریکی اڈّوں کی یکے بعد دیگرے تباہی ایک اور قابل ملاحظہ موضوع ہے جسے اس اسلامی بیداری کی موج میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ واشنگٹن کے ڈالر اور اس کے مغربی حلیف بھی قوموں کے ارادوں کو متزلزل وسرکوب نہ کرسکے بلکہ لوگوں کی بیداری گھٹن کے ماحول سے نجات اور امریکی حکام کی کسی بھی طرح کی تجویز اور فیصلے کو ان کے غلاموں اور زرخریدوں کی حمایت کے لئے فریب سمجھتے ہوئے اس حقیقت تک پہنچے ہیں۔ تبدیلی کی حالت میں ملکوں کے لئے مجوزہ نسخہ مفادات کی حفاظت ونگہداشت ہے یہاں تک کہ لوگوں کے ساتھ اس کا نعم البدل بھی نہیں بلکہ قوموں کی انقلابی تحریکوں کا قابو میں لانا ہے۔ [۵]

افکار عامہ کو یہ یقین ہوگیا ہے کہ غیر ممالک میں موجود آقاؤں کے بیانات کا سلسلہ اور مسند اقتدار پر قابض اربابان اقتدار اور مہروں کی حمایت میں کمی، لوگوں کی آہنی مٹھی یعنی اتحاد کے مقابلہ میں ان کی خاموشی ،عوامی مطالبات کی ضمنی حامیت اور سرانجام ، حکمرانوں کے انخلاء پر مبنی مدافعت

جیسے امور، وہائٹ ہاؤس کی جانب سے انجام پانیوالی قدم بہ قدم حکمت عملی کا نتیجہ ہے جو ہر ملک میں وہاں کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے عمل میں لائی جاتی ہے تاکہ ان کے مفادات کی حمایت، کے ستونوں کو مستحکم کیا جاسکے۔اسی لئے عوام الناس کی مختلف ملکوں میں مسلّط نظام کے نظریات فاش ہوجانے کے بعد اپنے مطالبات پر زور دیتے ہوئے غیرملکوں کی جانب سے کیے جانیوالے سبھی طرح کے وعدوں کو اپنی انقلابی تحریک سے انحراف تصور کررہے ہیں۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ مشرق وسطیٰ میں اٹھنے والے مطالبات سیاسی مطالبات سے زیادہ مذہبی رنگ لئے ہوئے ہیں ملکوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں کے لوگوں کو ظالم حکمرانوں کی جانب سے مذہبی فرائض کی انجام دہی میں بھی آزادی نصیب نہیں ہے۔ ان ملکوں پر حکم فرما حکام دینی مظاہروں پر بھی شدید ردعمل دکھاتے ہیں۔لوگوں نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی ہے کہ عرب وابستہ حکمران دولت کا ڈھیر لگانے سے کہیں زیادہ مغربی حکمرانوں سے وابستگی رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ حکمران مجبور ہیں کہ غیرملکی طاقتوں کے بھروسے اپنے شہریوں کی ہرطرح کی حریت پسندی وخودمختاری کی آواز کوکچل دیں اور یہ حکومتی روش چارعشرے سے یونہی جاری ہے۔ حال حاضر میں پرانا سیاسی ڈھانچہ جوکہ ظلم وستم پر مبنی ہے دورحاضر میں تعلقات عامہ اور انفارمیشن کی تیسری لہر کے مقابلے میں کامیاب وکارآمد ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔ وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ ایک ارب تیس کروڑ لوگ سائبر اور ویب سائٹوں کے استعمال کے ذریعے اپنے افکار ایک دوسرے سے بانٹتے ہیں، ایسے مجازی الیکٹرونک حکومت ومجازی ڈیموکریسی اور مجازی شہری کا کوئی مفہوم نہیں ہے۔

اس بات کے پیش نظر کہ اب تک جو کچھ انجام پایا ہے یا تبدیلیوں کے دہانے پر ہے اس کا منشاء صرف تیونس کی تبدیلیاں نہیں ہیں، ایک بلاوجہ کی بات نہ ہوگی، اگر اس پر تھوڑا غور کریں اور گہرائی سے سوچیں تووضاحت کے ساتھ اس بات کا پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان انقلابی تحریکوں کا سرچشمہ ۲۰۰۶ء کی تینتیس روزہ جنگ ہے کہ جس میں دنیا کی چوتھی بڑی فوجی طاقت نے اپنے جدید ترین فوجی ساز وسامان اور مکمل قانونی حمایت کے ہوتے ہوئے اسلام پرست شیعہ تحریک کے مقابلے میں ناکامی کا منہ دیکھا۔اسلام پسندوں اور ظالم حکمرانوں کے مخالف لوگوں کے افکار میں خود پر بھروسہ لبنانی عوام کی استقامت کونمونہ قرار دے کر وجود میں آیا اور وہ سمجھ گئے کہ اپنے پائمال شدہ حقوق کو ایسے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

موجودہ تبدیلیوں کو امریکہ اور ایران کے درمیان پائی جانے والی دو حکمت عملی کے آمنے سامنے کے عنوان سے یاد کیا جاسکتا ہے ، ایران قوموں کے بھروسے اور عوام کی خود اعتمادی کے بھروسے اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ مشرق ومغرب پر بھروسہ کیے بغیر خودمختاری کی راہ اپنائی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی امریکہ دوسری عالمی جنگ کے فاتح اور عالمی انتظامی امور نیز دنیا میں سلامتی کے مسائل اور پروگرام طے کرنے والے کے عنوان سے خود سے وابستہ افراد کی حمایت کے باوجود قوموں کی بیداری اور تحریکوں سے مقابلہ کرنے میں ناکام رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بحران سے متاثر ملکوں میں رونما ہونے والے واقعات کو امریکی حکمت عملی کی ناکامی اور اسلامی جمہوریہ کی کامیابی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس وقت ایسے لوگوں نے میدان میں قدم رکھ دیا ہے جس طرح کہ ایرانی عوام نے شاہی نظام کے خلاف پیکار میں قدم رکھا تھا اس وقت وہائٹ ہاؤس حکمراں ، دوسرے ملکوں سے زیادہ جزیرۂ بحرین کو لیکر تشویش میں مبتلا ہیں کیونکہ علاقہ خلیج فارس میں امریکی بحریہ کے اڈے کا میزبان ملک بحرین ہی ہے۔ یہ چھوٹا سا ملک امریکہ کے پانچویں بحری بیڑے کا اڈہ ہے جہاں امریکی فوج سے وابستہ تین ہزار فوجی موجود ہیں۔ وہاں تیس بحری جہاز اور تیس ہزار غوطہ خور موجود ہیں جو علاقۂ خلیج فارس اور بحر سرخ میں گشت لگاتے رہتے ہیں اس لحاظ سے بحرین جیسا ملک امریکہ کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیاسی ادبیات کے دائرے میں شدید ڈیموکریسی کی طاقت پر عوامی ارادوں کو کامیابی نصیب ہوئی جیسا کہ ہم ذرائع ابلاغ میں ہرروز خبروں کے ذریعے اوران طاقتوں کے ذریعے نئی نئی مراعات دینے اور ان کے اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے کی اطلاع موصول کررہے ہیں ان سب سے عوام کی کامیابی کا پتہ چلتا ہے اور دوسری طرف وابستہ حکمرانوں کے ملک چھوڑ کر بھاگنے اور ان کے زوال کے بھی شاہد رہے ہیں، آج کل جو کچھ انجام پارہا ہے یہ ایسا تجربہ ہے کہ جسے ایرانی قوم نے بتیس سال پہلے علاقہ میں چودھراہٹ پر مبنی امریکہ کے اہم اڈے اورنیکسون اور کسینجر کے فوجی ستون کو مسمار کرکے اسلامی نظام میں بدل کر حاصل کیا اور عالمی طاقتوں کی مدد کے بغیر پوری سربلندی اور افتخار کے ساتھ اپنی عزت ووقار اورخودمختاری کو بچائے رکھا۔[۶]

حالیہ کئی عشروں سے امریکہ مشرق وسطیٰ کو لینے زیرتسلط رکھنے میں کوشاں رہا ہے لیکن اسلامی انقلاب کی کامیابی اور ایران کے ذریعے ایک ترقی یافتہ سیاسی نظام پر دستیابی نے علاقہ میں حریت

پسندی کی فضا کو وسعت بخشی، اور امریکہ کو مجبور ہونا پڑا کہ دکھاوے کے طور پر ہی کیوں نہ ہو مشرق وسطیٰ میں ڈیموکریسی کو استحکام بخشنے کی کوشش پر مجبور ہونا پڑا، لیکن قبل اس کے کہ واشنگٹن کے حکام علاقۂ مشرق وسطیٰ کو ڈیموکریسی کی ڈگر پر پہنچا ئیں اس علاقہ کے لوگوں اور ملکی پارٹیوں نے امور کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں تھام لی اور مغرب وامریکہ کی خواہشات کے برخلاف قدم اٹھالیا، مغرب یہ چاہتا تھا کہ اپنی تیارکردہ پالیسیوں کو اپنی پسند اور منشاء کے مطابق مشرق وسطیٰ میں جاری رکھے تاکہ اس طرح سے اپنے مغربی اتحادیوں کی حمایت اور تعاون سے مشرق وسطیٰ سیاسی اور عوامی جواز قائم کرنے میں کامیاب ہوجائے لیکن حال حاضر میں یہ پالیسی ناکام ہوچکی ہے اور مغربی حکام کی توقع کے برخلاف مشرق وسطیٰ کو عظیم بنانے اور سیاسی اصلاحات پر مبنی منصوبہ عملی شکل اختیار کرچکا ہے۔

سرانجام یہ کہاجاسکتا ہے کہ حال حاضر میں اسلام پسندی کے زیر سایہ حریت پسندی کی لہر نے مشرق وسطیٰ میں زور پکڑ لیا ہے اس لہر کی اہم ترین دلیل اور وجہ اسلامی اقدار کے زیر سایہ لوگوں کی آزادی کے حصول کی امید اور علاقہ میں امریکہ سے وابستہ حکمرانوں کا ناقابل برداشت طرز عمل ہے۔ لیکن یہ بات بھی جان لینی چاہیئے کہ درایں اثناء اس کھیل میں اصلی ہار مغرب اور خاص طور پر امریکہ کو ہوئی جس نے اس علاقہ میں اپنی طاقت اور تسلط کو کھودیا ہے اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

علاقائی مسلمانوں کے درمیان اسلامی بیداری میں اسلامی جمہوریہ کا کردار:

اسلامی جمہوریہ ایران ایک آزاد اور خودمختار ملک کی حیثیت اور اپنی جغرافیائی اور سوق الجیشی (stratigic) کے لحاظ سے بین الاقوامی تبدیلیوں میں ہمیشہ اثر انداز رہا ہے ایران نے افکار و استقامت کی فکر نیز سامراج سے مقابلہ اور امپریلزم واستبداد نیز خودغرضیوں کے مقابلہ استقامت میں مؤثر کردار ادا کیا ہے۔

مشروطیت کا واقعہ، تیل کی صنعت کے قومیانے اور پندرہ خرداد ۴۲ھ شمسی کی تحریک ایران کی ہدایت کرنیوالی تاریخی واقعات کی آشکارا ہدایت ساز نشانیاں ہیں۔

اس اہم تاریخی موقع پر حکومت کی علیحدگی پر مبنی حاکموں کی پالیسی کا جو کہ دینی علماء اور مذہبی افراد کے ذریعے ہدایت کی جاتی تھی اس وقت خاص طور پر حکومت پہلوی کے دور میں (بیرونی آئیڈیا ترکی کے اتاترک) کو معیار قرار دیا جاتا تھا اسی لئے تاریخ کے اس موقع پر اس نے علاقہ اور خاص کر اسلامی ملکوں پر اپنا اثر مرتّب کیا۔ ے

آج کے دور حاضر میں اسلامی بیداری نے اسلامی جمہوریہ کی فکر سے تاثر حاصل کر کے ایک منظّم سماجی شکل حاصل کر کے خود کو ظاہر وآشکار کیا ہے۔ اس مظہر نے سیاسی اور حفاظتی امور میں باوجود اس کے کہ اپنی موجود اور اثر ونفوذ کو ثابت کردکھایا ہے تاہم عالمی سطح پر ایک بلا منازعہ طاقت کے کردار کی حیثیت میں ظاہر ہونے جارہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی انقلاب اسلامی بیداری کا اہم عامل اور عنصر ہے جس نے اسلامی اقوام کی بیداری میں مؤثر کردار ادا کیا ہے۔

اسلامی انقلاب نے مسلمان اقوام کے درمیان اسلامی بیداری کے احیاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسلامی انقلاب کا مظہر کئی عشرے کے بعد عملی اور عینی صورت میں اسلام اور اسلامی معاشروں کو الگ تھلگ اور علیحدگی کی حالت سے نکال کر سبھی انقلابی اور حرکت بخش حالات میں ہدایت کرنیوالے محرک کی حیثیت سے سامنے آیا اور دوسری جانب علاقہ کے مسلمان عوام کی اسلامی تحریکوں کو ان کے حق کے حصول اور اس سلسلہ میں اپنی توانائی ثابت کردکھانے کی طاقت عطا کی اور سامراجیت کے دیواور ظلم واستبداد کے شکست نہ کھانے والے افسانے کو یکسر طور پر باطل کردیا اسی کے ساتھ مسلمان اقوام کو ان کی خودکی ہمت اور ان کے بھروسہ کو انہیں لوٹا دیا۔ ایسی صورت میں علامہ اقبال لاہوری کی تعبیر کے مطابق تہران مسلمانوں کا مرکز بن گیا اور اسلامی جمہوریہ ایران مستقبل کی امیدوں کا گھوارہ، اندرونی امور میں ثبات وعزم میں استحکام کا مرکز اور حال حاضر میں اسلامی بیداری اور نئی اسلامی ثقافت کو مرکزیت عطا کرنے والے منفرد مقام میں بدل گیا۔ اسلامی تحریکوں اور اسلامی معاشروں کے عوام نے اسلامی انقلاب کی جہاد وشہادت اور ایثار جیسی گرانقدر کو اپنی جدوجہد کی بنیاد قرار دیکر اس کو بجان ودل اپنایا اور" لاشرقیه ولاغربیه " اللّه اکبر " هیئهات مِنّ الذّله" الموت لاَمریکه واسرائیل" اور اس طرح کے دوسرے ایسے نعرے، ایسے میں جو ایران میں اسلامی انقلاب کے متوالوں ذریعہ لگائے گئے جس کو دوسری انقلابی تحریکیں اپنے جلوسوں اور مظاہروں میں استعمال کرکے الہام حاصل کرتی ہیں۔ ان نعروں کے مفاہیم اور مضامین نے جن میں سے ہر ایک سیاسی اور استقامتی پہلو اور نوجوان نسلوں کے درمیان حالات وواقعات کے عوامل وعناصر اور مثال کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے دلوں میں جگہ بنا کر اپنے مثبت اثرات کو ثابت کردکھایا ہے[8]۔

تقریباً دوعشروں سے زیادہ کا عرصہ ہورہا ہے کہ چھوٹے بڑے متشکل ومتحد گروہ اسلامی عقیدے کی بنیاد پر اسلامی تحریک کے عنوان سے علاقائی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر ظاہر ہوئے

ہیں۔ ان تحریکوں پر جنہیں مکمل عوامی حمایت حاصل ہے دیگر ملکوں کی توجہ مرکوز رہی ہے۔ اسلامی بیداری عوامی توجہ اور اصل اسلام سے متأثر ہوکر اسلامی جمہوریہ ایران کی قیادت میں حالیہ حالات، سیاسی روش میں بدل گئی ہے، جس نے ایک سیاسی فکرونظریہ کی شکل اختیار کرلی ہے۔ اس تحریک نے نمونہ اور ماڈل کی شکل سے نکل کر عملی شکل اختیار کرلی ہے۔ حال حاضر میں علاقہ کی صورت حال اسلامی تحریکوں اور اسلامی مصلحت کے مفاد میں اور مغربی اقدار اور پروگرام کے نقصان میں بدلنے والی ہے اور یہ مسئلہ اسلامی انقلاب کی ثقافتی حمایت کے تحت شیعہ مذہب تحریکوں کے فائدے میں انجام پانیوالاہے۔ اصل اسلامی اصولوں پر مبنی امریکہ اور اس سے وابستہ افراد سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک محاذ تشکیل پاچکا ہے جس میں عالم اسلام، عالم مغرب سے نئی اور متشکل قیادت سے بہرہ ور ہوکر مقابلہ کے لئے تیار ہوچکا ہے آج عالم مغرب اپنی ترقی کی رفتار کھوکر زوال کی جانب گامزن ہوچکا ہے۔لیکن اسلامی جمہوریہ ایران کی اسلامی بیداری تحریک نے اپنے ابتدائی مرحلہ میں ہی ایک اہم انقلابی رنگ و روپ اختیارکرلیا اور جیسے جیسے اپنی منزلیں طے کرتا جارہا ہے اپنے اقدار سے قریب تر ہوتا جارہا ہے۔ وہ مکمل اطمینان اور خود پر بھروسہ کے ساتھ علاقہ میں مغرب کے سیاسی اور قانونی حق کی بنیادوں کو متزلزل اور نابود کرتا جارہا ہے۔ اسلامی جمہوریہ نے اسلامی بیداری اوراسلامی فکرکو سمت ورفتارعطاکرنے کے لئے قائدانہ کردار نبھایاہے اور انحرافی اقدامات سے مقابلہ کرتے ہوئے اسلامی اتحاد کے قیام اور اصل اسلامی تحریکوں کی حمایت کے لئے مؤثر قدم اٹھائے ہیں۔[9]

حالیہ برسوں میں اسلامی بیداری اور اسلامی حالات اور دھارے کی وجہ سے علاقہ میں امریکی موجودگی کےستونوں کو تزلزل کا شکار ہونا پڑا ہے۔

اگر ماضی کی جانب نگاہ دوڑائیں تو یہ ناقابل انکارحقیقت واضح ہوجائے گی کہ علاقہ میں سیاسی اور انقلابی اسلام کی توسیع کے مقابلہ میں سیکولر اور مغرب پرست تسلط میں کمی واقع ہوئی ہے اور اس سلسلہ کوشروع کرنیوالےحضرات امام خمینیؒ تھے جنہوں نے شاہ کی ظالم حکومت کے گھٹن بھرے ماحول میں اسلام کا نعرہ بلند کیا اورقوموں سے درخواست کی کہ اسلام دشمنوں پرغلبہ پانے کے لئے اسلام کا سہارا لیں، آپ کامیابی کو عالم اسلام کے اتحاد میں دیکھتے تھے۔

افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان کچھ غلط طرزفکر اور اسی طرح کچھ سامراجی حکومتوں کی جانب سے تفرقہ انگیز اقدامات کے باعث اسلامی مذاہب کے درمیان فاصلہ

آ گیا ہے۔حالیہ برسوں کے دوران طالبانیوں کے ذریعہ انتہا پسند وہابی کارروائیوں نے اختلاف کو بڑھاوا دیا ہے جبکہ علمائے اہل سنت اور تشیع کی ایک بڑی تعداد امت اسلامیہ کے درمیان اتحاد ووحدت پر تاکید کرتے آئے ہیں اور اچھی بات یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی ولادت باسعادت کے موقع پر ہفتہ وحدت کے انعقاد کے ذریعے حضرت امام خمینیؒ نے عالم اسلام کے اتحاد کی راہیں استوار کردی ہیں۔

اس موضوع کے پیش نظر مشرق وسطیٰ عوامی تحریکیں نتیجہ خیز رہی ہیں جس کی وجہ سے تسلط پسند حکومتوں کے کردار میں کمی واقع ہوئی ہے ،مصر میں اقلیت پر مبنی شیعوں نے اکثریت پر مبنی اہلسنت کے شانہ بشانہ ظالم حکومت کے خلاف انقلاب میں ساتھ دیا اور یہ صورتحال علاقہ کے دیگر ملکوں میں بھی رہی ہے سید حسن نصر اللہ شیعہ مذہب رہنما سے جوکہ لبنان کی حزب اللہ کے لیڈر ہیں ،اہل سنت حضرات کی حمایت نے لبنان کو درپیش بہت سے خطرات سے دور کردیا ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران کی پالیسیوں اور اقدامات نے دنیا کے اطراف واکناف میں اسلامی جذبات بیدار کردئے ہیں جس کی بنا پر ایشیاء ، افریقہ اور یہاں تک کہ یورپ میں بھی مسلم لوگوں نے اسلام کے نام پر اپنے اسلامی جذبات کا سہارا لیکر اپنی جدوجہد کا آغاز کردیا ہے اور اب اگر اس سلسلہ میں ایران اپنا ایک قدم بھی پیچھے ہٹائے گا تو دوسرے علاقوں، خاص کر مشرق وسطیٰ میں استقامتی تحریکوں کی زبردست سرکوبی شروع ہوجائے گی جس کا نتیجہ وجود میں آنے والی انقلابی طاقت کے خاتمہ اور زوال کی صورت میں سامنے آسکتا ہے۔ اور انجام کار یہ ہوگا کہ وہ سبھی مجاہد گروہ جنہوں نے اسلامی انقلاب کے زیرسایہ اس سے اپنی انرجی حاصل کی ہے وہ سبھی چاہے وہ لبنان وفلسطین ہو یا شام وعراق اوریمن وغیرہ ان سب کا یکسر طورپر خاتمہ ہوجائے گا۔لیکن مشرق وسطیٰ خاص طورپر مصر اور تیونس میں رونما ہونیوالے واقعات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ استقامتی محاذ بڑی تیزی سے پھیل رہاہے اور عالم اسلام میں اسلامی بیداری نے اس حدتک وسعت اختیار کرلی ہے کہ اب اسے اتنی آسانی سے نظر انداز نہیں کیاجاسکتا ہے۔

صاحب الرائے افراد ، ایران کے اسلامی انقلاب کومسلمان ملکوں میں اسلامی وقار کی بحالی اور مسلم ممالک سے صلیبی آقاؤں اوران کے زرخریدوں کے زوال کا عامل مانتے ہیں مشرق ومغرب اور علاقائی رجعت پسند حکومتوں کی حمایت کے باوجود ایران پر مسلط کردہ آٹھ سالہ جنگ میں صدام حسین کی ہمہ جانبہ حمایت کے باوجود، ایران پر مغربی ذرائع ابلاغ کے دباؤ اورانکی اقتصادی وسیاسی

ناکہ بندی کے باوجود، اسی طرح لبنان کو غاصب اسرائیل کے چنگل سے چھڑانے پر مبنی ایران کے انقلاب اسلامی سے الہام حاصل کرنیوالے حزب اللہ کے کردار نیز گزشتہ بتیس برسوں سے ملت فلسطین سے ایران کی حمایت خاص طورپر انتفاضہ تنظیم اور غزہ کے شہریوں کی حمایت نیز ایران وامریکہ کے درمیان تعلقات کے خاتمہ اور مغرب کی شدید مخالفت کے باوجود ایران کا جوہری توانائی کی ٹکنالوجی پر دسترسی حاصل کرنا ان سب نے ایران کو نہ صرف علاقہ میں اسلامی انقلاب کا سرآغاز قرار دیا ہے بلکہ مسلمان قوموں کے درمیان الہام آفریں مقام سے بھی نوازا ہے، اس لئے کوئی شک نہیں کہ مسلمان قومیں ایران سے لولگائے بیٹھی ہیں۔

امام خمینیؒ اور اسلامی بیداری

حضرت امام خمینیؒ نے دنیا میں اسلامی بیداری کی سرنوشت پر کیا نقوش چھوڑے ہیں؟ حضرت امام خمینیؒ نے کن عوامل اور کن عناصر کی مدد سے اسلامی بیداری کے موضوع کو قوت عطا کی؟ اسلامی بیداری کیا تھی؟ اور اس کے مقابلہ میں کن موضوعات نے سراٹھارکھا تھا؟ اگر اسلامی بیداری کے سلسلے میں امام خمینیؒ کے موقف کو بہتر سمجھنا چاہیں، اس کے مقابلہ میں دوسری رائج روش کو سمجھنا ضروری ہے۔ آج انسانی علوم میں مطالعہ اور تحقیق جیسے مسائل کو شناخت کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے جن کی اپنی جگہ خاص اہمیت ہے۔ ایک خاص روش جسے مسلمان محقق افراد نے انتخاب کیا خاص کر معمار انقلاب حضرت امام خمینیؒ اور انقلاب اسلامی کے عظیم افکار اور سیاسی مفہوم کو سمجھنے کے لئے امام خمینیؒ کے اقوال اور اصطلاحوں کے استعمال کا تحلیل وتجزیہ تھا جسے امام خمینیؒ نے اپنی تقریروں اور جملوں میں استعمال کیا جیسے کہ بائیں بازو کے منحرف گروہوں کے مقابلہ میں سخت موقف کا اختیار کرنا اور امریکی اسلام، بڑا شیطان بے رحم عیش پرست وخوشحال لوگ، متحجّر، مستضعف پابرہنہ افراد وغیرہ جیسی اصطلاحوں کا استعمال، اسی طرح پورے عالم اسلام میں انقلابی اداروں کا قیام نیز آپ کی جانب سے مسلحانہ گروہوں کے قیام کی حمایت وغیرہ ہر ایک جملہ تحلیل وتجزیہ کے لائق ہے اور وہ وہی اسلامی بیداری کی اصطلاح ہے۔ اسلامی بیداری کے سلسلہ میں اس کے مدمقابل کی اصطلاح بہت ہی واضح اور آشکار ہے عالمی استکبار کو اسلامی بیداری کے دشمن کے عنوان سے مسلمانوں اور عالم اسلام کی ساری پریشانیوں کی جڑ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد غیر ملکی ارادوں اور امپریلزم کی آستین سے دیگر چھوٹے بڑے حالات سامنے آتے ہیں جن کے مقابلے میں کبھی بھی امام خمینیؒ نے غفلت اورسستی نہیں دکھائی

اور ہمیشہ ہی انکے خطرات سے آگاہ فرمایا کرتے تھے۔

اس اسلامی بیداری کے سلسلے میں امام خمینی کی قیادت میں یہ بات بیان کی جاسکتی ہے کہ آپ آگاہی کے ساتھ یہ بات سمجھ گئے تھے کہ اسلامی بیداری سیاسی عمل کے بغیر ممکن نہیں ہے اور سیاسی عمل بھی بغیر سو فیصد اسلامی حکومت کے قیام کے بغیر ناممکن ہے اسی لئے امام خمینیؒ نے پہلی مرتبہ اپنے خاص معنی وخصوصیات کے ساتھ اسلامی حکومت قائم کرنے کا اقدام کیا اور اس میں کامیاب بھی ہوگئے، اگر آپ یہ قدم نہ اٹھاتے تو ہم کبھی بھی اسلامی بیداری کے مفہوم واصطلاح کو دیگر مفاہیم واصطلاح پر فائق نہیں دیکھ پاتے۔[۱۰]

ذرائع:

۱۔http://www.asnoor.ir

۲۔اخبار جمہوری اسلامی مورخہ ۴/ ۳/ ۸۳ ص ۱۶

۳۔روح اللہ حسینیان بیست سال تکاپوی اسلام شیعی، تہران، مرکز اسناد انقلاب اسلامی

۴۔http://farsi.khamexiei.ir

۵۔غلام رضا قلندریان، موج بیداری اسلامی درخاورمیانہ، روزنامہ قدس۔ ۴/اسفند ۱۳۸۹

۶۔نجف محمودی، سناریوسازی امریکا علیہ کانون بیداری اسلامی، عصر ایران ۲۵ آبان ۱۳۹۰

۷۔حسین حسین زادہ، انقلاب اسلامی وبیداری اسلامی۔ کارشناس فرہنگی ادارہ تبلیغات اسلامی

۸۔علی عمران درگاہی، انقلاب اسلامی وبیداری اسلامی در جہان، نیروی مقاومت بسیج، تہران،

۹۔غلام رضائی نجاتی تاریخ سیاسی ۲۰ سالہ ایران، جلد، ا، تہران موسسہ خدمات فرہنگی رسا

۱۰۔حمزہ بہمن پور، سیاست ما، ۱۳۹۰، ۲۰، ۲۲۔

☆